دار الافتاء
جامعة العلوم الإسلامية
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵
پاکستان

باسمہ تعالی

محترم جناب مفتی صاحب جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

1. اسمائے الٰہیہ توقیفی ہیں یا نہیں؟ اور کیا اس پر اجماع ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی اللہ کیلئے ایسا نام استعمال کرے جسکے معنی عظمت کے ہوں پر وہ نام توقیفی نا ہو، تو کیا ایسا کرنا مکروہ یا حرام ہے؟ توقیفی کی مفصل تعریف بھی بتلائیں؟ اور کیا اسمائے الٰہیہ کے توقیفی ہونے یا نا ہونے کے مسئلہ پر مندرجہ ذیل نص سے دعوی درست ہے یا یہ آیت اس سے ساکت ہے؟

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَاۗىِٕهٖ

2. اللہ کیلئے لفظ "خدا" یا "خدائے" وغیرہ الفاظ استعمال کرنا کیا جائز ہے؟ اور اگر جائز ہے تو کس اصول اور دلیل کے تحت؟

3. "یابدوح" تعویذ وغیرہ میں استعمال کرنا کیا درست ہے؟ اور اسکے صحیح اعراب اور معنی کیا ہیں؟ کیا یہ بھی اللہ تعالی کا نام ہے؟ اس لفظ سے اللہ تعالی کو پکارنا کیا جائز ہے؟

دار الافتاء
جامعة العلوم الاسلامية
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
پاکستان

نمبر
۲۱۱۴

الجواب حامداومصلیا

واضح رہے کہ اسماء الٰہیہ کی دو قسمیں ہیں ① پہلی قسم وہ جو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بطور عَلَم استعمال ہوتے ہوں جیسے عربی زبان میں لفظ اللہ، اردو اور فارسی میں لفظ خدا، پشتو زبان میں لفظ خدائے، عبرانی زبان میں لفظ یدوح وغیرہ ——— ان اسماء کے متعلق پوری امت کا اجماع ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے بطور علم ان الفاظ کا استعمال درست ہے کما سیأتی۔

② اور دوسری قسم اسمائے الٰہیہ کی وہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی کسی صفت یا فعل کا ذکر ہو اور اس وصف کی وجہ سے اس کو بطور اسمائے الٰہیہ کے استعمال کیا جائے جیسے رحمن، رحیم، مالک وغیرہ، اس دوسری قسم کے اسماء کے متعلق جمہور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ یہ اسماء توقیفی ہیں، یعنی جن اسماء کے اطلاق کی شریعت نے اجازت دی ہو تو ان اسماء کا باری تعالیٰ پر اطلاق جائز ہے اور جن اسماء کے اطلاق سے منع کیا گیا ہے ان اسماء کا باری تعالیٰ پر اطلاق ناجائز ہے۔ اور جن اسماء کا قرآن وسنت میں کوئی ذکر نہ ہو اور وہ تعظیمی معنی پر مشتمل بھی ہوں تو جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک ان اسماء کا باری تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے، جبکہ معتزلہ کا مذہب جواز کا ہے، امام رازیؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے، لیکن زیادہ احتیاط والی رائے جمہور کی ہے، اس لئے کہ وہ الفاظ جو تعظیمی معنی پر دلالت کرتے ہوں اور ان کا وہی معنی مشہور بھی ہو پھر بھی بسا اوقات ان الفاظ میں ایسا معنی ہوتا ہے جو باری تعالیٰ کی شان کے مناسب نہیں ہوتا مثلاً لفظ عالم اسمائے صفاتیہ میں سے ہے جبکہ لفظ فقیہ بھی اس کے ہم معنی ہے لیکن تعظیمی معنی پر مشتمل ہونے کے باوجود اس کا معنی باری تعالیٰ کی شان کے مناسب نہیں اس بناء پر

اس کا باری تعالیٰ پر اطلاق بھی جائز نہیں ہے۔

توقیفی کا مطلب یہ ہے کہ "یتوقف إطلاقها علی الإذن فیه"

یعنی ان اسماء کا اطلاق شریعت کی اجازت پر موقوف ہے۔

باقی مذکورہ آیت سے امام رازیؒ نے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے، لیکن دیگر مفسرین نے اس آیت سے جمہور کا مسلک ثابت کیا ہے، چنانچہ علامہ آلوسیؒ اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں:

والإلحاد فی أسمائه سبحانه أن یسمی بما لا توقیف فیه أو بما یوهم معنی فاسدا (ج ۵/۱۱۴ ط: دار الکتب)

یعنی اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کو اسمائے حسنیٰ سے پکارنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کرنے والوں سے بیزاری کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد یہی ہے کہ غیر توقیفی ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے، یا ایسے ناموں سے پکارا جائے جس میں نادرست معنی کا شبہ ہو۔

شرح العقیدۃ الطحاویۃ لابن العز الحنفی میں ہے:

والتعبیر عن الحق بالألفاظ الشرعیة النبویة الإلهیة هو سبیل أهل السنة والجماعة والمعطلة یعرضون عما قاله الشارع من الأسماء والصفات (ص ۱۰۹ ط: المکتب الإسلامی)

دار الافتاء
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
پاکستان

المسایرۃ لابن الهمام میں ہے:

(بالإجماع) من القائلین بأن الأسماء توقیفیة والقائلین بجواز إطلاق ما لا یوهم نقصا وإن لم یرد به توقیف... وهم المعتزلة والقاضی أبوبکر من أئمة أصحابنا (ج ۱/۲۷ ط: السعادۃ)

زیر ۲۱۱۲

كتاب أصول الدين للشيخ جمال الدين الحنفي الغزنوي المتوفى ۵۹۳ھ میں ہے:۔

فصل وأسماء الله عزوجل توخذ توقيفا ولا يجوز أخذها قياسا

دار الإفتاء جامعة العلوم الإسلامية علامه بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

وفي تعليقاته للدكتور عمر وفيق:۔

وليس الكلام في أسمائه الأعلام الموضوعة في سائر اللغات وإنما الخلاف في الأسماء المأخوذة من الصفات والأفعال (صفہ ۱۰۸ ط: دار البشائر)

تفسير روح المعاني میں ہے:۔

وخلاصة الكلام في هذا المقام أن علماء الإسلام اتفقوا على جواز إطلاق الأسماء والصفات على الباري تعالى إذا ورد بها الإذن من الشارع وعلى امتناعه إذا ورد المنع عنه واختلفوا حيث لا إذن ولا منع في جواز إطلاق ما كان سبحانه وتعالى متصفا بمعناه ولم يكن من الأسماء الأعلام الموضوعة في سائر اللغات إذ ليس جواز إطلاقها عليه تعالى محل نزاع لأحد، ولم يكن إطلاقه موهما نقصا بل كان مشعرا بالمدح فمنعه جمهور أهل الحق مطلقا للخطر وجوزه المعتزلة مطلقا ومال إليه القاضي أبو بكر لشيوع إطلاقه نحو خدا وتكرى من غير نكير فكان إجماعا ورد بأن الإجماع كاف في الإذن الشرعي إذا ثبت... وذكر في شرح المواقف أن القاضي أبا بكر ذهب إلى أن كل لفظ دل على معنى ثابت لله تعالى جاز إطلاقه عليه إذا لم يكن موهما بما لا يليق بذاته تعالى... وجعل مذهب المعتزلة

غیر مذهبه والمشهور ما ذکرناه... واختار
جمع من المتاخرین مذهب الجمهور والمراد
بالسمعی ما ورد به کتاب أو سنة صحیحة أو
إجماع لأنه غیر خارج عنهما فی التحقیق (ج٥/١١٤ ط: دار الکتب)
تفسیر مظهری میں ہے:
والحاصل أن أسماء اللّٰه تعالیٰ توقیفیة فإنه
یسمی جوادا ولا یسمی سخیا ویسمی رحیما ولا
یسمی رفیقا... بل یدعی بأسمائه التی ورد بها
التوقیف علی وجه التعظیم (ج٣/٢٩٣ ط: اشاعت العلوم دھلی)
تفسیر کبیر میں ہے:
دار الإفتاء
جامعة العلوم الاسلامیة
علامہ بنوری ٹاؤن کراتشی
پاکستان
المسألة الأولیٰ: اختلف العلماء فی أن أسماء اللّٰه
تعالیٰ توقیفیة أم إصطلاحیة قال بعضهم لا یجوز
إطلاق شیئ من الأسماء والصفات علی اللّٰه تعالیٰ
إلا إذا کان واردا فی القرآن والأحادیث الصحیحة
وقال آخرون کل لفظ دل علی معنی یلیق بجلاله و
صفاته فهو جائز وإلا فلا... واحتج الأولون بأن
قالوا إن العالم له أسماء کثیرة ثم إنا نصف بکونه
عالما ولا نصفه بکونه طبیبا ولا فقیها ولا نصفه بکونه
متیقنا ولا بکونه متبینا وذلک یدل علی أنه لابد من
التوقیف... واحتج القائلون بأنه لا حاجة إلی التوقیف
بوجوه: الأول أن أسماء اللّٰه تعالیٰ وصفاته مذکورة
بالفارسیة وبالترکیة وبالهندیة وإن شیئا منها لم یرد

زیر ۲۱۱۴

في القرآن ولا في الأخبار مع أن المسلمين أجمعوا
على جواز إطلاقها... (ج ۱۲/۱۴۱ الباب الثامن ط: رشيدية)

المواقف میں ہے:

تسميته تعالى بالأسماء توقيفية أي يتوقف إطلاقها
على الإذن فيه وذلك للاحتياط احترازا عما يوهم
باطلا لعظم الخطر في ذلك (صفحہ ۳۳۳ ط: عالم الكتب)

فتح الباری میں ہے:

وقال أبو الحسن القابسي أسماء الله وصفاته
لا تعلم إلا بالتوقيف من الكتاب أو السنة أو الإجماع
(ج ۱۱/۲۶۰ كتاب الدعوات ط: دار الكتب العلمية)

۳،۲ ـــ چونکہ لفظ خدا اردو اور فارسی میں اور لفظ بَدُوح (باء کے زبر اور بغیر تشدید کے دال کے پیش کے ساتھ) عبرانی زبان میں باری تعالیٰ کا علم ہے لہذا ان کا اطلاق بالاجماع جائز ہے

دار الإفتاء
جامعة العلوم الإسلامية
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵
پاکستان

التفسیر الکبیر میں ہے:

وقولهم بالفارسية ((خداى)) كلمة مركبة من
لفظتين احداهما خود ومعناه ذات الشيء ونفسه
وحقيقته والثانية قولنا ((آى)) ومعناه جاء
فقولنا خداي معناه أنه بنفسه جاء وهو إشارة
إلى أنه بنفسه وذاته جاء إلى الوجود لا بغيره
وعلى هذا الوجه فيصير تفسير قولهم ((خداى))
أنه لذاته كان موجودا.
(ج ۱/۱۲۲ ط: رشيدية)

تفسیر محمود میں ہے:

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں ان میں اضافہ
جائز نہیں ہے (ج۲۷/۱۰۹، ط: جمعیۃ پبلیکیشنز)

فتاوی مفتی محمود میں ہے:

لفظ اللہ مستقل لفظ ہے، خدا اس کا لفظی ترجمہ
نہیں ہے لیکن چونکہ فارسی، پنجابی، پشتو، سندھی
بلوچی وغیرہ زبانوں میں عام طور پر ذات اقدس
پر لفظ خدا استعمال ہوتا ہے، اس لئے نہ تو لفظ خدا
سے دشمنی کرنی چاہیئے، اور اس کے اطلاق کو ناجائز کہنا
چاہیئے، اور نہ مفسرین کی تغلیط کرنی چاہیئے،
(ج۱۷/۳۹۴ ط: جمعیۃ پبلیکیشنز)

عزیز الفتاوی میں ہے:

احقر نے اپنے استاد محترم حضرت العلامہ مولانا انور
شاہ کشمیری سے سنا ہے، لفظ بدوح بلا تشدید دال
عبرانی زبان میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے
(ج۱۷/۱۶۹ کتاب الذکر والدعاء، ط: دار الاشاعت)

فقط واللہ اعلم

كتبه
محمد زبیر خان
متخصص فقہ اسلامی
جامعہ علوم اسلامیہ علامہ
بنوری ٹاؤن کراچی
۲۹/۳/۱۴۴۰ھ
۸/۱۲/۲۰۱۸ء

الجواب صحیح
محمد انعام الحق
۲۹/۳/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
ابو بکر سعید الرحمن